جناب حافظ محمد اسرائیل فاروقی استاذ شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

کسب حلال

ناجائز آمدنی سے اجتناب کا حکم

انسان کی کامیابی کا راز جاہ و حشمت اور مال و دولت میں نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح میں مضمر ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے کائنات ارضی میں جس قدر انبیاء و رسل مبعوث فرمائے ان کا مقصد وحید معرفت الٰہی، روحانی تزکیہ اور دنیاوی و اخروی فلاح و سعادت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مذہب کا عالمگیر تصور نہ تھا۔ آپؐ کی آمد اور تعلیمات میں جو وسعت، جامعیت اور عالمگیریت ہے اس سے گزشتہ تمام ادیان خالی ہیں۔ قرآن حکیم نے اسلام کو "دین مکمل" کے لفظ سے ملقب فرمایا ہے اور بتقضائے "ختم نبوت" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک منفرد اور امتیازی شان رکھتے ہیں۔ یوں اسلام کی یہ تحریک "ابد" تک اپنی اصل صورت میں برقرار رہے گی اور یہی خدائی فیصلہ ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم "تبیاناً لکل شیئ" کا دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام ابد تک ساری کائنات کے لئے جملہ اخلاقی، روحانی۔ اور مادی ضروریات کا جامع ضابطہ حیات ہے۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؎

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے (لہٰذا حرام و حلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں انکی پابندی کرو)

اسلام کے ہر حکم میں رحمت کا پہلو نمایاں ہے۔ قرآن حکیم میں جس کثرت سے

؎ المائدہ آیت ۳۔

رحمت خداوندی کا ذکر آیا ہے کسی اور صفت کا ذکر نہیں ہے۔ اسی لئے آنحضورؐ کی ذات قدسی ساری کائنات کے لئے رحمت ہے۔ مگر آج مغرب و مشرق کی خیرہ کر دینے والی تہذیب و ترقی نے انسانیت اور خاص کر مسلمان کے مستقبل کو سراسر تاریک کر دیا ہے۔ اس لئے موجودہ دور کا انسان انسانیت کے ارتقاء اور مادی ترقی سے مرعوب ہو کر مذہب حقیقی سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ آج کے گروہ مادی اسباب کی فراہمی کے لئے دیوانہ وار جدوجہد کر رہے ہیں اور اس تگ و دو میں کسی روحانی و اخلاقی ضابطے کے پابند ہونا پسند ہی نہیں کرتے۔ اس غلط عقیدے نے انسانیت میں نہایت ہی غلیظ و ذلیل خصائص کو جنم دیا ہے۔ جس کا نتیجہ خود غرضی، لالچ، سنگدلی، بخل، تنگ نظری۔ بدعہدی۔ خیانت۔ چوری اور ریاکاری وغیرہ ظاہر ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان نے حق و انصاف کے بجائے جاہ و حشمت کی پرستش شروع کر دی اور اس سلسلے میں ہر قسم کی حرکت و کشمکش کو ارتقاء کی ضمانت گردان بیٹھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ ناجائز آمدنی سے اجتناب کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو احکام بیان ہوئے ہیں انکی مکمل تفصیل و تشریح اس مقالے میں ممکن نہیں بہر حال مختصر پیرائے میں حتی المقدور وضاحت کی کوشش کروں گا۔ انسان کی کمزوری یہ رہی ہے کہ وہ خود غرضی کی طرف زیادہ دوڑتا ہے اور اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لئے وہ سب کچھ کر گذرتا ہے جو اُسے نہیں کرنا چاہیئے۔ سابقہ اقوام میں عاد و ثمود، یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب وغیرہ اس بیماری میں مبتلا تھے۔ قرآن حکیم نے انکی خرابیوں کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے مفادات کی خاطر آیات کو بھی بیچ ڈالتے۔

فویلٌ للذین یکتبون الکتٰب بأیدیهم ثم یقولون هذا من عند الله الخ عـ

ترجمہ:۔ "پس ہلاکت و تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں۔ پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔"

اللہ تعالیٰ کے احکامات میں ردّ و عمل کر کے جو دولت کمائی یا حاصل کیجاتے وہ کتنی ہی کثیر اور پرکشش کیوں نہ ہو وہ ہر حال میں حقیر و ذلیل ہے اس آیت میں "قلیل" کیفیت

عـ البقرہ آیت ۷۹

کے لحاظ سے بولا گیا ہے۔ اہل کتاب یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے مذہبی رہنما مذہبی معاملات میں سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے اور اس طرح وہ آسمانی کتابوں پر دست درازی کرتے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں اور ان کے علماء کو خبردار کیا کہ تم اس قسم کی ناجائز آمدنی سے اجتناب کرو اس بات کا اشارہ درج ذیل آیت قرآنی سے واضح ہوتا ہے۔

یاایّھا الذین امنوا انّ کثیرًا مّن الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدّون عن سبیل اللّٰہ ؎۱

ترجمہ:۔ "اے اہل ایمان (ان اہل کتاب کے) اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال کو باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔"

قرآنی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ (پادری و درویش) دنیاوی لالچ میں اتنے اندھے ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑ موڑ دیتے تھے۔ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں آگے نکل جاتے، تو اس طرح معاشرہ تباہ ہو گیا اب اگر عالم و پیر کذب و فریب اور حرام خوری سے نہیں روکتے اور خود بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو پھر ایسے معاشرے میں ہر فرد حرام خوری۔ برائی اور بے حیائی میں سبقت لے جانا چاہتا ہے اور یہی پستی معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔

وما افسد الدین الا الملوک۔ واحبار سوء و رھبانھا

دین کو بگاڑنے والے ہمیشہ دو گروہ ہی رہے ہیں، ظالم بادشاہ۔ علماء سوء اور مکار صوفی امت مسلمہ میں مختلف فرقوں کا وجود ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہمارے علماء و عوام کس حرص کی راہ پر چل رہے ہیں۔ آج کے مسلم معاشرے میں ناجائز آمدنی کی کئی راہیں کھلی پڑی ہیں مثلاً تجارت۔ وراثت۔ سروس وغیرہ۔ سابقہ اقوام کی حالت کی طرف نظر کریں۔ تو ان میں بھی یہ خرابیاں نمایاں تھیں۔ قوم مدین کے اکثر لوگ تجارت کے پیشہ سے منسلک تھے اور یہ لوگ انتہائی بددیانتی سے ناپ تول میں کمی کرتے۔ لین دین میں دھوکہ کرتے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا۔

ویٰقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ؎۲

ترجمہ۔ "اور اے قوم کے لوگو! ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں

؎۱ سورۃ التوبہ آیت ۳۴۔ ؎۲ سورۃ الھود آیت ۸۵

کو انکی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو۔"

حضرت شعیبؑ نے فرمایا بددیانتی سے باز آجاؤ اور صرف حلال وطیب کمائی کرو اسی میں خیر و برکت ہے مگر قوم ماننے پر تیار نہ ہوئی۔ آخر تباہی ان کا مقدر بن گئی۔

میں یہاں صرف ایک بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ہم بازار سے "قصائی" کے پاس سے ایک کلو گوشت لے کر آتے ہیں وہ ایک کلو کبھی نہیں ہوا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ یہ شخص جو گوشت فروخت کر رہا ہے مسلمان نہیں ہے؟ اس نے نہیں مرنا۔ کاش اسے "قبر" یاد رہتی۔ لیکن میرے یہ تمام خیالات و سوالات فی الحال ٹکرا کر واپس لوٹ آتے ہیں۔ ———— زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق افراد، مثلاً استاذ۔ ڈاکٹر۔ انجینئر۔ ملازم۔ تاجر۔ مزدور، اور کسان وغیرہ۔ اگر دیانت وامانت کے اصولوں پر کاربند رہیں۔ (جو بظاہر نقصان دہ معلوم ہوتے ہیں اور منفعت اندوزی کی رفتار بھی سست معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ فریب کاری سے بہت جلد دولت کے انبار لگ جاتے ہیں جو ایمانی وروحانی قوتوں کے راستے مسدود کر دیتے ہیں۔) تو معاشرے کو "اسفل السافلین" کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر "احسن تقویم" کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔

حضرت کعبؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بکریوں کے ریوڑ میں اگر دو بھیڑیئے چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنی تباہی نہیں مچاتے جس طرح "مال و دولت" اور "چودھراہٹ کا لالچ" انسان کے دین کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

اس حدیث پر غور کرتے ہوئے قرآن حکیم کی سورۃ النساء کی ان آیات پر نگاہ دوڑائیں جن میں "بے وارث یتامیٰ" کے سرپرستوں کو احکامات دیئے گئے ہیں کیونکہ ایسے بچوں کے والدین فوت ہو چکے ہوتے ہیں اور "سرپرست حضرات" اپنی من مانی کارروائیاں کرتے ہوئے ان کا مال غصب کرنے کی کوششیں کرتے ہیں

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا [1]

ترجمہ۔ اور یتیموں کا مال ان کو واپس دو۔ اچھے مال کو برے مال سے نہ بدلو۔ اور ان کے مال اپنے مال سے ملا کر نہ کھاؤ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

---

[1] النساء آیت ۲

ان الذین یأکلون اموال الیتٰمی ظلمًا انما یأکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرًا [1]

"یقیناً جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔"

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ثواب کا دھوکہ دیتے ہوئے نیک بن جاتے ہیں۔ اپنے مالی مفاد کی خاطر یتیم بچوں کے وارث بن جاتے ہیں اس طرح حرام خوری کرتے ہیں۔ حدود اللہ کی غلط تاویلات کرتے ہیں مثلاً یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ پیدا کر کے اپنی "چودھراہٹ" چمکاتے ہیں۔ اور "پوتا" سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ یتیم پوتا غریب ہو یہ تو ہوتا ہے کہ یہ "یتیم" اپنے دادا، چچاؤں سے زیادہ دولت مند ہو جاتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ حضرات باپ کی زندگی میں کمائی ہوئی بیٹے کی دولت اس کے بھائی بہنوں میں وراثت کے طور پر تقسیم فرمائیں گے۔؟ اسلام نے ہر ایک کے بارے میں پورا انصاف کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یتیم کو نقصان پہنچانے سے پرہیز کرو۔ کم قیمت چیز دیکر یا گندی چیز دے کر انکی قیمتی اور اچھی اشیاء ہڑپ نہ کر جاؤ۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اقتطع حق امرئٍ مسلم بغیر حق لقی اللّٰہ وھو علیہ غضبان وفی روایہ فقداوجب اللّٰہ لہ النار وحرم علیہ الجنۃ [2]

ترجمہ: "جس نے کسی مسلمان کا مال ناحق غصب کیا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر سخت ناراض ہوں گے اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کو لازم کر دیں گے اور اس پر جنت کو حرام قرار دیں گے۔"

حضرت ابوہریرہ رضؓ کے حوالے سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اجتنبو سبع الموبقات۔۔۔۔۔۔۔ وقذف المحصنات الغافلات

ترجمہ:۔ سات مہلک چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ وہ

[1] النساء آیت ۱۰		[2] مسلم

کیا ہیں؟ فرمایا شرک باللہ، جادو۔ ناحق قتل، سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا میدانِ جنگ سے منہ پھیر لینا۔ پاکدامن بھولی بھالی عورت پر تہمت لگانا"
اسی طرح حضرت سعدؓ بن ربیع رضؓ کی زوجہؓ اپنی دو بچیوں کے ہمراہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہؐ، یہ سعد کی بچیاں ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے ہیں ان کے چچا نے پوری جائیداد پر قبضہ جما لیا ہے۔ ان کے لئے کچھ بھی نہیں رہنے دیا۔ اب بھلا ان بچیوں سے کون نکاح کرے گا۔
قرآنِ حکیم کا مقصود یہی ہے کہ تمہیں از خود خیال ہونا چاہیئے کہ تم اگر فوت ہو جاؤ اور اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جاؤ تو کیا تمہیں اپنے بچوں کے بارے میں اندیشے نہ ہوں گے اسی لئے ضروری ہے کہ تم یتیم بچوں کے بارے میں بھی یہی سوچو۔ متولی ظلم و زیادتی سے پرہیز کرے۔
"وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ علہ
ترجمہ:۔ اور اے لوگو، یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ مگر اس کی بہتری کی غرض سے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"
یعنی ایسا شخص صرف حق الخدمت اتنا لے سکتا ہے کہ ہر غیر جانبدار معقول آدمی اس کو مناسب تسلیم کرے۔ مگر چاہیئے یہی کہ یتیم کے مال پر حفاظت و نگرانی کی حتی الوسع اجرت نہ لی جائے۔ " کن لليتيم كالاب الرحيم ؂۲ "، یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح بنو"
دورِ جاہلیت میں جو تلوار کا دھنی اور ظالم ہوتا وہ مال ناجائز طریقوں سے ہضم کر جاتا اور ایسے آدمی کو معاشرے میں بہادر مانا جاتا تھا۔ مگر اسلام نے اپنی آمد سے انسانیت پروری اور ہمدردی کی وہ روح پیدا کی جس سے بے انصافی اور حرام طریقوں کا قلع قمع ہو گیا۔ انسان کے رزق کا تعلق اس کی روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی زندگی سے بہت گہرا ہے۔ اسی لئے اسلام نے رزقِ حلال اور رزق حرام میں واضح تمیز کر دی اور بتایا کہ رزق حلال کا متلاشی اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بہت محبوب ہے اور رزقِ حرام کا متلاشی جہنم کے شعلوں کی نذر ہوگا۔

علہ الانعام ۱۵۲۔ ۲۔ ادب المفرد

"ظلم" کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ "ظلم" ایک محرک "مال و دولت" کی ہوس بھی ہے۔ انسان ایسی ہوس کی تسکین و تکمیل کے لئے کئی طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے اور ان ہتھکنڈوں کو خوبصورت "ناموں" سے ملقب کرتا ہے۔ مثلاً جوا، چور بازاری۔ سود۔ ذخیرہ اندوزی۔ رشوت۔ قرض کی آڑ میں غریب کو لوٹنا۔ سمگلنگ وغیرہ آج کے دور میں خوبصورت کئی ناموں سے مشہور و معروف ہیں۔ قرآن و حدیث نے اپنی تعلیمات و احکامات کے ذریعے "حرام خوری" کے ان سب حربوں سے منع فرمایا

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ الخ ؎۱

ترجمہ:۔ "اے اہل ایمان! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ"

وَمَن یفعل ذالک عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارا ؕ وکان ذالک علی اللہ یسیرا ؎۲

ترجمہ:۔ "اور جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا ہم ضرور اس کو آگ میں جھونکیں گے۔ اور یہ اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔

سیدھی سی بات یہ ہے کہ خونریزی و سفاکی۔ ظلم و دھاندلی اور اس قسم کے دوسرے شدید جرائم سے منع کیا گیا ہے "مال" کی ہوس جائز و ناجائز طریقوں کی تمیز اٹھا دیتی ہے لہٰذا اصلی ضرورت "کسب حلال" کی ہے جس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ نے "بالباطل" کی تفسیر میں لکھا ہے بما لم یبحہ الشرع کالغصب والربا والقمار "یعنی باطل سے مراد وہ چیز ہے جسے شریعت نے ناجائز قرار دیا ہو مثلاً جبر سے مال و دولت کا حاصل کرنا۔ سود اور جوا وغیرہ۔

مملکت کی رعایا کے افراد قومی سرمایہ اور وطنی دولت کے سرچشمہ سے کمائی کرتے ہیں۔ اس لئے افراد کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے اگر ہم اسلامی احکامات کے مطابق جائز اور مسلمہ اصول کے تحت روزی کمائیں تو باہمی ساکھ اور اعتماد پختہ ہو جائے گا۔ اسلام نے آمدنی کے ہر ناجائز طریقے کو ختم کیا ہے

ولا تاکلوا اموالکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ؎۳

ترجمہ:۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ اور اس

؎۱ النساء ۔ ۲۹ ۔ ؎۲ النساء ۳۰ ۔ ؎۳ البقرہ آیت ۱۸۸

کو حکام تک نہ پہنچاؤ کہ ناحق لوگوں کے مال کا حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ۔"

"افسران بالا" یا "افسران زیریں" کو "تحائف" دینا خیانت ہے اور پھر اس نیت سے دینا کہ دوسرے کا حق "ہر طریقے" سے مجھے مل جائے یہ "عدوان اور ظلم" کے زمرے میں آتا ہے "حکام"، عفت، عدل و انصاف کے بدلے "طمع" خرید کرتے ہیں اور یہی رعایت اور "تحفہ" یقیناً رشوت اور اس کا ٹھکانا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے

ان "تحائف" کی بعض اوقات یہ صورت بھی بن جاتی ہے کہ کسی فریق کی بے بسی اور مجبوری کا اس میں دخل ہوتا ہے اگرچہ وہ بظاہر اس پر راضی بھی ہو تو ایسا "تحفہ" حکام کے لئے حلال نہیں ہوجائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض کے حوالے سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الراشی والمرتشی اللہ تعالیٰ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت بھیجی ہے کیونکہ ایسے افراد اپنی عیش پرستیوں میں مگن رہنے کے لئے بے جا طریقوں سے دولت کماتے ہیں۔ یا اپنے لئے لعنتوں کا سامان بناتے ہیں۔

اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ مال دوسرے شخص کا ہے تو محض اس لئے کہ اس ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے یا اس بناء پر کہ کسی اینچ پینچ سے تم اس مال کو کھا سکتے ہو۔ اس کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ حاکم عدالت رُوداد مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوا دے۔ مگر حاکم کا ایسا فیصلہ دراصل غلط بنائی ہوئی رُوداد سے دھوکا کھا جانے کا نتیجہ ہوگا۔ اس لئے عدالت سے اس کی ملکیت کا حق حاصل کر لینے کے باوجود حقیقت میں تم اس کے جائز مالک نہ بن جاؤ گے عنداللہ وہ تمہارے لئے حرام ہی رہے گا[1]

دولت خدا تعالیٰ کی نعمت ہے جو حقوق و فرائض کی ادائیگی اور اطاعت و نیکی کو فروغ دینے کے لئے عطا ہوتی ہے۔ جیسے اس قسم کے لوگ ٹھیک مقام سے ہٹا کر غلط مقام پر ضائع کرتے ہیں۔ ایسی حرام خوری کا نتیجہ عدل والانصاف کا زوال اور قوم کی پستی ہوتا ہے۔

"رشوت، سود، جوا یہ تینوں کام بظاہر رضامندی سے ہوتے ہیں مگر فی الحقیقت یہ رضامندی "مجبوری" ہی ہوتی ہے اور غلط دباؤ کا نتیجہ بھی۔ مثلاً رشوت، سود اور جوے

---

[1] تفہیم القرآن، جلد اوّل

میں دولت استعمال کرنے کا شخص ایک غلط امید رکھتا ہے کہ جیت، منافع اور فائدہ اسی کا ہی ہوگا ۔ ایسی خصوصیات یہودیوں کے ہاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں وہ حرام مال کو حلال مال پر ترجیح دیا کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر بعض حلال اشیاء بھی حرام کر دیں[1]

ظالم و سرکش وہ شخص بھی ہے جو جائز کاروبار سے منہ موڑ کر حرام کی دولت کے پیچھے پڑ جائے ایسے شخص کی ظاہری کامیابی پر دھوکا کھا کر اور لوگ بھی اس ڈگر پر چل پڑتے ہیں ۔ حالانکہ ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول اور ملت اسلامیہ سے یقینی سرکشی کرتا ہے ۔ رشوت سود اور جوئے کا کاروبار اگر بڑھ جائے تو معاشرے میں اقتصادی بدنظمی ، بداعتمادی ، احتیاج اور غربت کا دور دورہ ہو جاتا ہے ۔ طبقاتی منافرت جنم لیتی ہے ۔ انسانیت کا احترام دل سے اٹھ جاتا ہے ۔ قوم کے اتحاد پر ایسی کاری ضرب لگتی ہے کہ وہ تباہی کے کنارے پر جا لگتی ہے " نفع پرست " انسان قوم کی ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں ۔ سورۂ النساء میں قرآن حکیم حکم دیتا ہے وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ[2] " انفسکم " سے مراد قوم بھی ہے ۔

امام بیضاوی ؒ لکھتے ہیں

" وقیل المراد بالانفس من کان من اهل دینهم فان المؤمنین کنفس واحدة

یعنی جس طرح سورۃ المائدہ میں فرمایا گیا ہے " کہ ناحق مومن کا قتل اور فساد فی الارض " گویا پوری انسانیت کا قتل ہے اسی طرح ایک شخص کی حرام کے مال کی ہوس پوری قوم کی تباہی کا موجب ہوتی ہے ۔" مال و زر کی ہوس کیسے کیسے کبیرہ گناہوں کو جنم دیتی ہے ۔ یہ ہوس سونے اور چاندی کے سکوں کے انبار تو لگا سکتی ہے مگر عزت و آبرو کا جو جنازہ نکل جاتا ہے اس کا ازالہ ناممکنات میں سے ہوتا ہے ۔ انفرادی اور قومی عزت اسی میں ہے کہ مومن مسلمان حلال و طیب کی طلب کرے اور دولت کی اندھا دھند طلب سے باز آ جائے تجارت جائز اور مسلمہ حدود کے اندر رہ کر کرنی چاہیئے ۔ اس طرح خریدنے والا اور مال بیچنے والا ایک دوسرے سے راضی و مطمئن ہوں گے ۔ قرآن حکیم ایسے کاروبار کو تجارۃ عن تراض منکم " کہتا ہے اور احادیث میں " بیع مبرور " یعنی درست سوداگری کہا ہے ۔ ناجائز کاروبار کی آمدنی اس زمرے سے خارج ہے ۔ امام بیضاوی ؒ اس موقع پر لکھتے ہیں ۔ ای

ولکن کون تجارة عن تراض غیر منهی عنه "

---

[1] النساء آیت ۱۶۱ [2] النساء آیت ۲۹

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

"اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے جو فراخ دلی سے خرید و فروخت کرتا ہے اور فراخدلی سے قرض دیتا ہے۔"

"صداقت شعار اور امانت دار تاجر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔"

ناجائز آمدنی کا ایک ذریعہ رہزنی اور ڈکیتی بھی ہے۔ زمین میں فساد برپا کر کے اور بدامنی پھیلا کر حرام مال اکٹھا کرنا۔ فساد کے معنی یہاں بدامنی ہے اکثر مفسرین نے اس سے مراد رہزنی اور ڈکیتی لی ہے مطلب یہ ہے کہ حدود اللہ کو الٹ کر طاغوت کا نظام قائم کر دینا

انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ۔ ۔ ۔ ولھم فی الاخرۃ عذاب الیم

ترجمہ۔ یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں انکی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں۔ یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ ذلت و رسوائی ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑی سزا ہے۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ۲

ترجمہ" اور چور مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ انکی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا بینا ہے

یعنی درست نظام کو الٹ کر پھر جو مرضی آئے کرتے پھریں یہی اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے مترادف ہے یہ جرائم ایسے ہیں جن کا مرتکب قرآن کی بیان کردہ کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستوجب ہوگا۔ مگر مقام حیرت و افسوس ہے کہ ایوانوں میں بیٹھنے والے ہمیشہ ایسے ہی جرائم پیشہ لوگوں کی حمایت کرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ رہزن اور چور" یہی ہیں کہ معاشرے میں رہزنی اور چوری کرنے والے۔ یہ لوگ قانون بناتے وقت ایسی سزاؤں کو "سخت سزا" کا نام دیکر ڈاکوؤں اور چوروں کی حمایت کرتے ہیں اور یوں یہ بھی جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

---

۱ المائدہ ۳۳　　۲ المائدہ ۳۸

"یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کا مال کھانے والے ہیں لہٰذا اگر یہ تمہارے پاس اپنے مقدمات لے کر آئیں تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے ان کا فیصلہ کرو ورنہ انکار کر دو۔ انکار کر دو تو یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے[۱]"

وتریٰ کثیرًا منہم یسارعون فی الاثم والعدوان وَ اکلہم السحت ط لبئس ما کانوا یعملون ۔[۲]

ترجمہ:- اور تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں بہت بری حرکات ہیں جو یہ کرتے پھرتے ہیں۔

"سحت" کا معنیٰ "خبیث اور حرام کمائی" اور ایسی کمائی جس کا ذکر بھی "قبیح" ہو کتنی عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ "کبائر" کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا ازالہ نہیں کرتے بلکہ صغیرہ نیکیوں کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ قسم قسم کی ناجائز آمدنی سے اپنے کاروبار کو بڑھاتے ہیں اور کوٹھیوں کو سجاتے ہیں۔ اس طرح انکی پوری زندگی کی جدوجہد غلط ارمانوں کی نظر ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں بالخصوص ان مفتیوں اور قاضیوں کو خبردار کیا گیا ہے جو "مسند افتاء" اور مسند انصاف" پر براجمان ہیں۔ کہ مبادا تم ان یہودیوں کے "مفتیوں اور قاضیوں" کی طرح نہ ہو جانا جو جھوٹی شہادتیں لیکر اور جھوٹی کہانیاں سنکر انصاف کے خلاف فیصلے کیا کرتے۔

لولا ینہٰہم الربٰنیون وَ الاحبار عن قولہم الاثم وَ اکلہم السحت ط لبئس ما کانوا یصنعون "[۳]

ترجمہ:- کیوں ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے ؟ یقیناً بہت ہی بُرا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں"

ولا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہ بعضکم علی بعض ...... اِنَّ اللّٰہ کان بکل شیءٍ علیمًا ط

ترجمہ:- اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے۔ اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔ ہاں اللہ سے

(جاری ہے)

---

[۱] المائدہ ۴۲ - [۲] المائدہ ۶۲ [۳] المائدہ ۶۳ - [۴] النساء ۳۲